بغداد کا تاجر
اور
بچوں کی عدالت

محمود احمد غضنفر

بغداد کا تاجر
اور
بچوں کی عدالت

کتاب وسنت کی اشاعت کا مثالی ادارہ

بغداد کا تاجر اور بچوں کی عدالت

اعداد .... محمود احمد غضنفر

پہلا ایڈیشن .... فروری 2010

پاکستان میں ہماری کتب مندرجہ ذیل اداروں سے مل سکتی ہیں

دارالابلاغ پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز

رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور فون: 0300-4453358, 042-7361428

بغداد کا تاجر
اور
بچوں کی عدالت

محمود احمد غضنفر

رحمن مارکیٹ، غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور فون: 042-7361428, 0300-4453358

انتساب

اپنے پیارے سے لاڈلے پوتے

محمود احمد ضیاء

کے نام

کہ جس کی عمر ایک سال ہے...... وہ جب بڑا ہو کر اسے پڑھے گا

تو ضرور خوش ہو گا۔

اللہ کرے اس کے دل میں بھی عظمت صحابہ اور دفاع صحابہ کا

جذبہ پیدا ہو......

اور وہ میرے اس مشن کو آگے بڑھانے کا بیڑا اٹھائے۔ آمین یا

رب العالمین

ابو ضیاء محمود احمد غضنفر
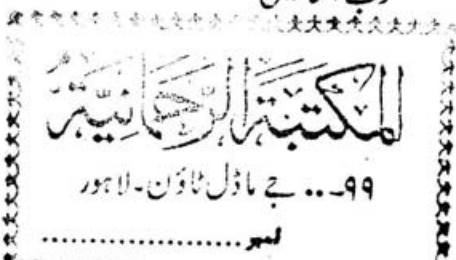
سچی بات

بغداد کا تاجر اور ننھے منے بچے

بغداد عراق کا دارالخلافہ ہے۔ کبھی یہ مسلمانوں کے خلیفہ کا پایۂ تخت ہوتا تھا۔ عظمت رفتہ کی کتنی ہی داستانیں اس کے ساتھ وابستہ ہیں۔ اس شہر سے کتنی ہی کہانیاں اور تاریخی قصے منسوب ہیں۔ ان قصوں کہانیوں اور داستانوں سے بہت سے اسباق اور عبرتیں حاصل ہوتی ہیں۔ بغداد کے متعلق جنوں اور پریوں کے بھی بہت سے قصے مشہور ہیں۔ بچوں کی یہ کہانی بھی بغداد سے متعلق ہے۔ اس میں بہت سے اسباق ہیں جو زندگی گزارنے کا صحیح طریقہ سمجھاتے ہیں۔ اسے عربی ادب سے اخذ کر کے مولانا محمود احمد غضنفر ﷾ نے لکھا ہے۔ اس سے قبل ان کی درجنوں کتابیں صحابہ کی سیرت کے مختلف درخشاں پہلوؤں پر مقبول عام ہیں۔ بچوں کے لیے یہ ان کی پہلی کہانی ہے۔

اللہ کریم سے دعا ہے کہ وہ انھیں صحت کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے۔ اور ان سے دین کی اشاعت کا کام زیادہ سے زیادہ لے۔ آمین!

بچوں سے ہم نے وعدہ کیا تھا کہ ان کے لیے دارالابلاغ کے پلیٹ فارم سے

گاہے گاہے مختلف دلچسپ سبق آموز کہانیاں پیش کی جاتی رہیں گی۔ یہ کتابچہ بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ یہ سلسلہ اب اللہ کریم کے فضل سے مستقل طور پر جاری و ساری رہے گا۔ اللہ کریم سے دعا ہے کہ وہ اس کو ہمارے لیے اور ننھے بچوں کے لیے دنیا و آخرت میں کامیابی کا ذریعہ بنائے اور بچوں کو اپنی زندگیاں اخلاق و آداب کے سانچہ میں ڈھالنے کی توفیق عطا کرے۔ آمین!

خیر اندیش

خادم کتاب وسنت

محمد طاہر نقاش

یکم جولائی ۲۰۰۹ء

لاھور

پہلا منظر

علی بابا کا خواب

خلیفہ ہارون رشید کے زمانے میں بغداد شہر میں ایک تاجر رہتا تھا۔اس تاجر کا نام علی بابا تھا۔علی بابا نہ تو بہت مالدار تھا اور نہ ہی بہت غریب ،علی بابا کی نہ کوئی بیوی تھی اور نہ ہی کوئی اولاد۔علی بابا اپنے باپ کی طرف سے ورثے میں ملنے والے گھر میں رہتا تھا۔ بابا ان حالات میں بہت راضی خوشی زندگی بسر کر رہا تھا۔ وہ اپنی تجارت سے جو کچھ کماتا اس میں سے ضرورت سے زیادہ مال کو جمع کر لیا کرتا تھا۔

ایک رات تاجر علی بابا گہری نیند سو رہا تھا، اس نے ایک عجیب و غریب خواب دیکھا۔ اس نے خواب میں دیکھا کہ ایک بڑے ہی بارعب چہرے والا بزرگ غصے کی حالت میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہا ہے: ”علی بابا! تم اس شہر سے چلے جاؤ۔جاؤ اسی وقت حاجیوں کے ساتھ مکہ معظّمہ کی طرف روانہ ہو جاؤ۔ دیکھو علی بابا! تم میری

بات پر عمل کرنے میں سستی نہ کرنا۔"

علی بابا نے دوسری اور تیسری رات بھی بالکل یہی خواب دیکھا۔ اس بزرگ نے ایک ہی طرح کا انداز اپناتے ہوئے بار بار اسے بغداد شہر چھوڑ جانے کو کہا۔ صبح ہوئی تو علی بابا گھبرایا ہوا نیند سے بیدار ہوا۔ اس نے خواب میں جو کچھ دیکھا تھا اس کی وجہ سے اسے بے چینی، حیرت اور گھبراہٹ محسوس ہو رہی تھی۔ بابا چونکہ ایک نیک مسلمان تھا۔ اس لیے وہ جانتا تھا کہ حج کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

علی بابا یہ جانتا تھا کہ اس کا دین اسے اس صورت میں حج کرنے کا حکم دیتا ہے جب کہ وہ حج کرنے کی طاقت رکھتا ہو۔ علی بابا زکوٰۃ کی ادائیگی اور فقراء کو صدقہ و خیرات دینے کو ہی کافی خیال کرتا تھا۔

بابا کا دل نہیں چاہتا تھا کہ وہ اپنے آبائی شہر کو چھوڑ کر کہیں دوسری جگہ جائے جب اس نے مسلسل تین رات ایک جیسا ہی خواب دیکھا۔ تو اس نے حاجیوں کے ساتھ سر زمین حجاز (مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ) کی طرف سفر کا پختہ ارادہ کر لیا۔ یوں بابا نے اپنی دکان بیچ دی۔

بابا کے پاس سفر کا سامان خریدنے کے بعد اتنی وافر رقم باقی بچ گئی جس سے وہ مکہ معظّمہ میں بخوبی تجارت کر سکتا تھا۔ بابا نے اپنا گھر معقول معاوضے کے بدلے کرائے پر دے دیا۔

علی بابا نے دوران سفر استعمال کرنے والی تمام ضروری اشیاء اکٹھی کر لیں۔ سب چیزیں خرید لینے کے بعد اس کے پاس ایک ہزار دینار باقی بچ گئے۔ بابا حیران و پریشان ہوا کہ وہ اتنی بڑی رقم کو کہاں رکھے؟ تا کہ یہ چوروں سے محفوظ رہ سکے۔اس نے بہت سوچا کہ وہ کیا کرے !!!؟ آخر کار اس کے ذہن میں ایک بہت اچھی ترکیب آئی۔

اس نے سوچا کہ کیوں نہ وہ یہ رقم اپنے دوست تاجر شکیل کے پاس بطور امانت رکھ دے۔یہ سوچ کر بابا نے ایک بڑا سا مٹکا لیا' اس میں تمام دینار رکھے اور ان کے اوپر زیتون کا تیل ڈال کر مٹکے کو اوپر تک بھر دیا، پھر اس کا منہ ڈھکنے سے بند کر دیا۔اب بابا نے اسے اٹھایا اور اپنے دوست تاجر شکیل کے پاس لے گیا' اور اسے کہنے لگا:

تم میرے بہت اچھے دوست ہو۔ میں جانتا ہوں کہ تم بڑے دیانتدار اور وفا دار ہو۔تم جانتے ہو کہ میں چند دن تک حج کرنے کے لیے مکہ معظّمہ روانہ ہو رہا ہوں۔ میں تمہارے پاس زیتون کا یہ مٹکا لایا ہوں۔ مہربانی فرما کر امانت کے طور پر اپنے پاس رکھ لیں۔ جب میں حج سے واپس آؤں گا تو آپ سے واپس لے لوں گا۔

تاجر شکیل نے مسکراتے ہوئے کہا: یہ مٹکا آپ کی واپسی تک میرے پاس بطور امانت محفوظ رہے گا' آپ کوئی فکر نہ کریں اور حج پر روانہ ہو جائیں، مجھے بہت خوشی ہوئی کہ آپ نے مجھ پر اعتماد کا اظہار کیا۔"

پھر اس نے اپنے گودام کی چابی بابا کو دیتے ہوئے کہا: یہ چابی لیجیے' میرے گودام میں تشریف لے جایئے' جو جگہ آپ کو پسند آتی ہے یہ مٹکا وہاں رکھ دیں' کوئی اس کو ہاتھ بھی نہیں لگائے گا۔آپ واپس آ کر اسی جگہ سے اپنا مٹکا اٹھا لیں جہاں آپ نے رکھا ہو گا۔

علی بابا نے اس کا شکریہ ادا کیا' اپنا مٹکا اس کے گودام میں رکھا اور چابی اسے واپس کر کے مکہ کو روانہ ہونے والے حاجیوں کے قافلے میں پہنچ گیا۔

دوسرا منظر

علی بابا کی سفر حج پر روانگی

روانگی کا وقت آ پہنچا' علی بابا نے اپنے دوست تاجر شکیل کو الوداع کہا اور حاجیوں کے قافلے کے ساتھ بغداد سے روانہ ہوا۔ اس نے اپنے ساتھ وہ سامان بھی لے لیا جسے مکہ میں بیچنے کا ارادہ تھا۔

حاجیوں کا وہ قافلہ مکہ کی طرف روانہ ہو گیا منزلیں طے کرتا ہوا آخر مکہ میں اللہ کے گھر خانہ کعبہ پہنچ گیا۔ جب بابا حج سے فارغ ہوا تو اس نے اپنا وہ قیمتی اور عمدہ سامان بیچنا شروع کیا جو وہ اپنے ساتھ بغداد سے لایا تھا۔ اور ساتھ ہی وہ مکہ سے کچھ دوسرا سامان بھی خریدنے لگا۔

اس دوران دو تاجر آئے اور اس کا سامان بڑے غور سے دیکھنے لگے' انہیں یہ سامان بہت پسند آیا۔ سامان کی نفاست دیکھتے ہوئے ایک تاجر اپنے دوسرے ساتھی سے کہنے لگا: ''اگر یہ بوڑھا تاجر اپنا یہ

عمدہ اور نفیس سامان قاہرہ لے جا کر بیچے تو اسے اس مال کی قیمت دوگنی نہیں بلکہ چار گنا زیادہ ملے۔"

علی بابا نے جب دونوں تاجروں کی گفتگو سنی تو اس نے قاہرہ جانے کا ارادہ کر لیا' تا کہ وہاں جا کر اپنا سامان مہنگے داموں بیچ کر خوب منافع کما سکے۔

بابا اپنے شہر بغداد میں دیکھا کرتا تھا کہ بہت سے لوگ قاہرہ کے حسن و جمال اور وہاں کے حیرت انگیز نظاروں کا ذکر مزے لے لے کر کرتے ہیں۔ وہ خاص طور پر وہاں کے اہرام اور ابو الہول وغیرہ کا بڑی دلچسپی سے تذکرہ کیا کرتے ہیں۔ یہ قدیم تاریخی مقامات لوگوں کو بہت پسند ہیں۔

علی بابا نے سوچا' کیوں نہ میں بھی قاہرہ جاؤں اور وہاں طرح طرح کے عجائبات اور فرعونوں کے مدفن و مقبرے اپنی آنکھوں سے دیکھوں' کہ جن کا ذکر قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے عبرت کے انداز میں کیا ہے۔ اس نے اس موقع کو اس لیے بھی غنیمت سمجھا کہ وہ قاہرہ

میں اپنا سامان مہنگے داموں بیچ سکے۔

حج کا فریضہ ادا کرنے کے بعد جب حاجیوں کے قافلے اپنے اپنے ملک کی طرف روانہ ہونے لگے تو علی بابا بغداد جانے والے قافلے کے ہمراہ نہ ہوا بلکہ وہ قاہرہ کی طرف جانے والے قافلہ کے ساتھ روانہ ہو گیا۔

علی باب قافلے کے ساتھ قاہرہ پہنچ گیا وہ قاہرہ کا حسن و جمال، بلند و بالا عمارتیں، تاجروں کی بارونق منڈیاں اور بازار اور لوگوں کا حسن اخلاق دیکھ کر شہر کی رونقوں میں گم ہو گیا، اسے یہ شہر بہت پسند آیا۔ چند دنوں میں اس کا سارا سامان مہنگے داموں بک گیا۔اس پر یہ واضح ہو گیا کہ مکہ میں جن دو آدمیوں نے قاہرہ کے بارے جو گفتگو کی تھی وہ سچ ثابت ہوئی۔ اب بابا نے تجارت کی غرض سے قاہرہ سے شام جانے کا ارادہ کر لیا۔

بابا نے قاہرہ سے وافر مقدار میں سامان خریدا تاکہ اسے دمشق میں فروخت کرے۔ بابا نے لوگوں سے پوچھا کہ دمشق کی طرف قافلہ کب روانہ ہو گا؟ تو اس کو بتایا گیا کہ دس ہفتوں کے بعد دمشق جانے کے

لیے قافلہ روانہ ہو گا۔ بابا نے سوچا کہ یہ فرصت کے لمحات ضائع نہ کیے جائیں۔لہٰذا بابا نے اس عرصے میں ان آثار قدیمہ کو دیکھنے کا عزم کر لیا جن کے بارے میں وہ بغداد میں سنا کرتا تھا۔

علی بابا ہر روز کسی ایک مشہور تاریخی مقام پر پہنچ جاتا۔ وہاں کی خوب جی بھر کر سیر کرتا اور اس تاریخی مقام کا بڑی دلچسپی سے مشاہدہ کرتا۔کبھی وہ دریائے نیل میں کشتی کی سواری کرتا تا کہ وہ قاہرہ کی قریبی آبادیوں میں پائے جانے والے خوبصورت تاریخی مقامات کی سیر سے لطف اندوز ہو سکے۔

علی بابا ایک روز جیزہ کے اہرام کی طرف گیا' یہ اہرام اسے بہت زیادہ پسند آئے۔بابا قاہرہ کے سفر سے بہت خوش ہوا کیونکہ اس نے بہت سے فوائد حاصل کیے' اگر وہ اس سفر پر روانہ نہ ہوتا تو یقیناً وہ ان فوائد سے محروم رہتا۔جب دمشق جانے والا قافلہ روانہ ہوا تو علی بابا بھی اس کے ساتھ اپنی سواری پر سوار ہو گیا۔یہ قافلہ کٹھن منزلیں طے کرتا ہوا بیت المقدس پہنچا' بابا نے اس فرصت کو قیمتی جانتے ہوئے

اس عظیم مسجد کی زیارت کا شرفؔ حاصل کیا جسے مسجد اقصیٰ کہتے ہیں۔ کہ جس کو اللہ کے پیارے رسول سلیمان u کے حکم پر جنوں نے بنایا تھا۔ اس سے پہلے علی بابا مسجد حرام کی زیارت کا شرف حاصل کر چکا تھا۔

پھر علی بابا قافلہ کے ساتھ دمشق کی طرف روانہ ہوا۔ جب وہاں پہنچا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ یہ تو بہت خوبصورت اور حسین وجمیل شہر ہے' یہاں ہر طرف چشموں اور باغیچوں کی دنیا آباد ہے۔یہاں کے پھل بڑے میٹھے اور مزیدار ہیں۔

علی بابا یہ سب کچھ دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ یہاں اس نے خوب خرید وفروخت کی اور بڑا نفع کمایا۔ پھر بابا کسی دوسرے ملک کی طرف روانہ ہو گیا۔بابا تجارت اور سیر کی غرض سے ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف سفر کرتے کرتے آخر سرزمین ایران میں پہنچ گیا۔

تیسرا منظر

زیتون کا مٹکا

ایک رات وہ تاجر جس کے پاس علی بابا نے زیتون کا مٹکا بطور امانت رکھا تھا اپنی بیوی کے ساتھ چہل قدمی کے لیے گھر سے نکلا۔ دونوں میاں بیوی آپس میں باتیں کرتے جا رہے تھے۔ بیوی نے اپنے خاوند تاجر شکیل سے فرمائش کرتے ہوئے کہا: ''آج زیتون کھانے کو میرا بہت جی چاہتا ہے' عرصہ دراز سے زیتون ہمارے گھر میں ختم ہے۔''

خاوند نے اپنی چہیتی بیوی سے کہا:

ہاں ہاں! تیری بات سے مجھے یاد آیا کہ میرا دوست علی بابا مکہ جانے سے پہلے زیتون کا ایک مٹکا ہمارے گودام میں رکھ گیا تھا' سات سال ہو گئے ہیں لیکن وہ ابھی تک واپس نہیں آیا۔ پتہ نہیں وہ اتنی

طویل مدت سے کیوں غائب ہے؟

''ابھی تک واپس کیوں نہیں آیا۔؟'' بیوی نے پوچھا۔

شکیل کہنے لگا: ''ایک تاجر کہ جس نے اس کے ساتھ حج کیا تھا' اس نے بتایا ہے کہ بابا مصر چلا گیا تھا' اس کے بعد اس کا کوئی پتہ نہیں چلا کہ اس کے ساتھ کیا بیتی۔؟

اللہ نہ کرے میرا خیال ہے کہ وہ مر چکا ہے! میری پیاری بیوی! وہ زیتون کا مٹکا میں تجھے لائے دیتا ہوں جو وہ ہمارے گودام میں بطور امانت رکھ گیا تھا' اگر زیتون ابھی تک خراب نہیں ہوا تو ہم اسے مزے سے کھاتے ہیں۔

واہ واہ! کیا ہی مزا آئے گا زیتون کھانے کا۔

اچھا اب آپ اس طرح کریں کہ مجھے ایک چراغ لا دیں اور ایک پلیٹ تاکہ میں گودام سے آپ کے لیے زیتون لے آؤں۔

بیوی نے کہا: ''علی بابا کا زیتون' ناں بھئی ناں!...... میں یہ زیتون نہیں کھاؤں گی...... بلکہ میں تجھے بھی یہ کہتی ہوں کہ اس زیتون کو ہاتھ نہ لگانا جسے اس نے آپ کے پاس بطور امانت رکھا ہے۔آپ نے اگر

اس میں سے کچھ زیتون لے لیا تو آپ یقیناً خیانت کا ارتکاب کریں گے۔ اور مجھے یہ قطعاً پسند نہیں کہ آپ خیانت کا ارتکاب کریں۔

علی بابا اگر سات سال سے غائب ہے تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ مر گیا ہے۔ آپ کو ایک حاجی نے بتایا تھا کہ علی بابا مصر چلا گیا تھا۔ علی بابا کے مصر پہنچ جانے کے بعد پھر کسی نے آپ کو اس کے بارے میں کچھ نہیں بتایا کہ اس کے ساتھ کیا بیتی۔؟ ہوسکتا ہے کہ وہ تجارت کی غرض سے وہاں سے آگے کسی دوسرے ملک میں چلا گیا ہو!!؟

آپ اس کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے اور نہ ہی کسی نے اس کی موت کی آپ کو اطلاع دی ہے۔ میں تو یہ کہتی ہوں کہ آپ اس کی امانت کو ہرگز ہاتھ بھی نہ لگائیں بلکہ اس کے واپس آنے تک اس امانت کی حفاظت کریں۔ کیا معلوم کہ وہ کل ہی آ جائے یا پرسوں۔ اگر وہ آ گیا اور آپ نے اس کی امانت میں خیانت کا ارتکاب کیا ہو گا تو اسے کیا جواب دیں گے؟ جب اس کو آپ کی اس غیر شائستہ حرکت کا علم ہو گا تو اس کی نظروں میں تمہاری قدر و قیمت ختم ہو جائے گی؟ اور

جب لوگوں کو یہ پتہ چلے گا کہ آپ نے اپنے دوست کی امانت میں خیانت کی ہے، تو وہ بھی آپ کے بارے میں کیا کہیں گے۔؟اس طرح یہ کتنا بڑا دھبہ اور بدنامی کا داغ ہوگا جو آپ کے کردار پر اور آپ کے خاندان کی عزت پر لگ جائے گا۔؟

اگر آپ نے امانت کو ضائع کر دیا تو اپنے خالق ومالک اللہ کریم کو بھی ناراض کر بیٹھو گے، لوگوں میں تم رسوا ہو جاؤ گے، تیری نیک نامی ختم ہو جائے گی۔ اور بدنامی کا دور دورہ شروع ہو جائے گا۔ دیکھئے میری جان! ایسے منحوس کام کی طرف کبھی قدم نہ بڑھانا۔ اگر آپ نے میری بات نہ مانی اور اس کا زیتون چرا کر لے کر آئے تو میں یہ حرام قطعاً نہیں کھاؤں گی۔ اس لیے آپ یہ زیتون لانے کی تکلیف نہ ہی کریں۔ ویسے بھی وہ زیتون اب کھانے کے قابل بھی نہیں رہا ہوگا۔ اسے ایک جگہ پڑے لمبی مدت گزر چکی ہے۔

ویسے بھی آپ کے گناہ پر مبنی چوری کے ارادے دیکھ کر میری زیتون کے لیے خواہش اور دلی تمنا ختم ہوگئی ہے۔ آپ ابھی اسی وقت

اللہ سے اس شیطانی سوچ پر معافی مانگیں ورنہ اللہ سے نہ ڈرنے والوں کا انجام بہت برا ہوتا ہے۔ اللہ آپ کو بچا لے۔

تاجر اپنی بیوی کی نصیحت کو ماننے کے لیے تیار نہ ہوا۔ وہ اسے محض کسی واعظ اور مولوی کی وعظ و نصیحت اور تقریر سمجھتا رہا۔ اس نے اپنے گودام میں جا کر زیتون کے مٹکے کا منہ کھولنے کا ارادہ کر لیا۔

جب وہ اپنے گودام میں پہنچا' زیتون کے مٹکے کا ڈھکن اٹھایا' زیتون دیکھا تو وہ واقعی خراب ہو چکا تھا۔ کھانے کے بالکل قابل نہ تھا' کیونکہ وہ عرصہ دراز (سات سال) سے بند مٹکے میں پڑا گل سڑ گیا تھا۔ تاجر کے دل میں خیال آیا کہ مٹکے کا سارا زیتون دیکھ لیا جائے کہ سب خراب ہو چکا ہے یا اس میں سے کچھ صحیح بھی بچا ہے۔ خاص طور پر نچلے حصے کو ذرا دیکھ لیا جائے کہ وہ بھی مٹکے کی بالائی سطح کے زیتون کی طرح ضائع ہو چکا ہے یا وہ صحیح سالم اور خوش ذائقہ ہی ہے۔؟

تاجر نے جانچ پڑتال کرنے کی غرض سے مٹکے کو ذرا نیچے کی طرف جھکایا، جس سے زیتون پلیٹ میں گرا ...... لیکن یہ کیا!!؟ ...... اس کے

ساتھ ہی کھنکتے ہوئے چند دینار بھی پلیٹ میں آن گرے' جن سے کھنکھناہٹ کی آواز کمرے میں گونج اٹھی۔

تاجر نے جب پلیٹ میں دینار گرتے ہوئے دیکھے اور ان کی آواز سنی تو اس کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ وہ خوشی سے بے قابو ہوتے ہوئے مٹکے کے اندر جھانکنے لگا، وہ یہ دیکھ کر خوشی سے پاگل ہو گیا کہ علی بابا نے تو مٹکے میں وافر مقدار میں دینار رکھے ہوئے ہیں جبکہ زیتون تو بس انہیں چھپانے کے لیے اوپر ڈالا گیا ہے۔ واہ واہ! کیا کہنے! تاجر نے جلدی جلدی زیتون اور دینار اٹھا کر دوبارہ مٹکے میں ڈال دیئے اور پہلے کی طرح اس کا منہ اچھی طرح بند کر دیا۔ پھر کچھ سوچتا ہوا واپس اپنے گھر آ گیا۔

آتے ہی اپنی بیوی سے کہنے لگا: نیک بخت! تم واقعی سچ کہتی تھی' زیتون بالکل خراب ہو چکا ہے' میں نے مٹکا اسی طرح بند کر دیا ہے جس طرح وہ پہلے تھا۔

علی بابا جب واپس آئے گا تو اس کو اس کی امانت لوٹا دوں گا۔ البتہ مجھے امید ہے کہ واپس آنے پر اسے پتہ بھی نہیں چلے گا کہ میں

نے اس کا مٹکا اس کے جانے کے بعد کھول کر دیکھا ہے کہ نہیں۔

یہ بات سن کر بیوی نے اپنے سرتاج سے کہا: ''کاش! تم میری بات کو سچ مان لیتے!'' کاش! تم مٹکے کو نہ کھولتے!

آپ نے مٹکے کو کھول کر بہت بڑی غلطی کی ہے۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتی ہوں کہ وہ آپ کی اس خطاء کو معاف کر دے۔

یہ بہت برا ہوا آپ بغیر سوچے سمجھے اس غلطی کا ارتکاب کر بیٹھے۔

نہایت افسوس کی بات ہے! ایسا نہیں ہونا چاہیئے تھا۔

تاجر نے اپنی بیوی کی باتوں کی کوئی پروا نہ کی بلکہ علی بابا کے مٹکے میں جو دینار پڑے ہوئے تھے اب انہیں قابو کرنے کا بھوت ہر طرح سے اس کے ذہن پر سوار تھا۔

تاجر کی بے پناہ خوشی نے اسے اس خیانت کے جرم کی قباحت کو فراموش کرا دیا تھا' جس کے ارتکاب کا اس نے پختہ ارادہ کر رکھا تھا۔

تاجر رات بھر سوچتا رہا کہ وہ دیناروں کو کس طرح ہتھیائے کہ علی بابا کو مٹکا کھولنے کی کانوں کان خبر بھی نہ ہو سکے۔ ساری رات

منصوبے بناتے اور شیطانی ترکیبیں سوچتے گزر گئی۔ صبح ہوئی تو تاجر اپنے گھر سے جلدی جلدی نکلا' بازار پہنچا زیتون خریدا تاکہ علی بابا کا مٹکا تازہ زیتون سے بھر دے۔ پھر اپنے گودام میں گیا۔ مٹکے کا منہ کھولا اور اس سے دینار نکال کر محفوظ کر لیے۔ اب مٹکے کا سارا خراب زیتون نکال دیا اور بازار سے خریدا ہوا تازہ زیتون اس میں ڈال دیا۔

اس سے فارغ ہو کر پہلے کی طرح مٹکے کا منہ بند کیا اور اسے اس جگہ رکھ دیا جہاں علی بابا رکھ کر گیا تھا۔ تاجر نے اس مکروہ خیانت کے انجام کے بارے میں سوچا ہی نہ تھا۔ وہ شیطان کے پیچھے ایسا لگا کہ اللہ کے غضب' لوگوں کی ناراضی اور معاشرے میں بدنام ہو جانے سے بالکل خوف زدہ نہ ہوا۔

اس جرم کا ارتکاب کیے ابھی ایک مہینہ ہی گزرا تھا کہ طویل عرصے کے بعد ایک دن اچانک علی بابا اپنے سفر سے واپس بغداد پہنچ گیا۔ جیسا کہ ہم پہلے آپ کو بتا چکے ہیں کہ علی بابا نے مکہ معظمہ جانے سے پہلے اپنا گھر کرائے پر دے دیا تھا۔ جب علی بابا اپنے سفر سے

واپس آیا تو وہ اپنے گھر رات نہیں گزار سکتا تھا کیونکہ وہاں کرایہ دار رہائش پذیر تھے۔

علی بابا نے مکان خالی ہونے تک ہوٹل میں ایک کمرہ کرائے پر لے لیا۔ دوسرے دن علی بابا اپنے دوست تاجر شکیل سے ملنے گیا۔ جب تاجر نے علی بابا کو دیکھا تو مصنوعی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے آگے بڑھا' آیئے آیئے! مرحبا...... مرحبا...... کہتے ہوئے بابا سے بغل گیر ہوا' طویل سفر سے صحیح سالم واپس آنے پر مبارک باد دیتے ہوئے کہنے لگا:

خوش آمد، مبارک، سلامت! علی بابا جی!

ہم آپ کے طویل عرصہ تک غائب رہنے سے پریشان ہو گئے تھے، چشم بددور! آپ کو ماشا اللہ دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی ہو گئیں۔ واہ واہ کیا کہنے آپ کی صحت و تندرستی کے!؟ میرے دوست! ہم تو خطرہ محسوس کر رہے تھے کہ نصیب دشمناں کہیں آپ کو اس طویل سفر میں کوئی خطرہ ہی نہ لاحق ہو گیا ہو۔

الحمد اللہ! آپ تو ماشاء اللہ ٹھیک ٹھاک ہیں اور ہمارے درمیان رونق افروز ہیں۔

جب علی بابا اپنے دوست تاجر سے ملا تو اس کے والہانہ انداز میں خوش آمدید کہنے اور استقبال کرنے پر اس کا شکریہ ادا کیا۔اور دونوں کی آپس میں اس طرح گفتگو ہونے لگی:

علی بابا: شاید آپ کو زیتون کا وہ مٹکا یاد ہو گا جو سفر پر جانے سے پہلے میں آپ کے ہاں چھوڑ گیا تھا

تاجر شکیل: (مسکراتے ہوئے) ہاں......ہاں...... کیوں نہیں......! مجھے اچھی طرح یاد ہے۔!

علی بابا: کیا آپ وہ مٹکا مجھے واپس کر کے شکریہ کا موقع دیں گے۔؟میں زندگی بھر آپ کے حسن سلوک اور نیکی کو بھولوں گا نہیں۔!میں یہ چاہتا ہوں کہ مزید آپ پر بوجھ نہ بنوں' پہلے ہی میں نے آپ کو بہت تکلیف دی ہے۔

تاجر شکیل: نہیں نہیں! آپ نے مجھے کوئی تنگی نہیں دی' آپ کا مٹکا بالکل اسی جگہ پڑا ہے جہاں آپ سفر پر جانے سے پہلے اپنے

ہاتھوں سے رکھ گئے تھے۔ کسی نے اسے ہاتھ تک نہیں لگایا۔ میرے دوست یہ چابی لیجئے' جس طرح اپنے ہاتھوں سے رکھا ویسے ہی وہاں سے اٹھا لیجئے۔

علی بابا: اللہ کریم آپ کو جزائے خیر دے' بہت بہت شکریہ!

علی بابا نے اپنا مٹکا اٹھایا اور اسے ہوٹل کی طرف چل پڑا اس نے دوبارہ الوداع کہتے ہوئے اپنے تاجر دوست کا شکریہ ادا کیا۔

علی باب نے ہوٹل پہنچ کر اپنے کمرہ میں بیٹھ کر مٹکا کا منہ کھولا اس سے تھوڑا سا زیتون نکالنے کے بعد دیکھا تو اسے اپنے دینار دکھائی نہ دیئے۔ پھر علی بابا نے زیتون قدرے زیادہ مقدار میں نکالا مگر اس میں تو زیتون ہی زیتون تھا' دیناروں کا کوئی نام و نشان نہیں تھا۔ علی بابا حیران و پریشان ہوا' اس سے صبر نہ ہو سکا تو اس نے سارا مٹکا پلٹا دیا' جس سے مٹکے کا سارا زیتون زمین پر آ گرا لیکن اسے ایک بھی دینار دکھائی نہیں دیا۔

علی بابا اس صورت حال سے بہت غمگین ہوا اس نے اپنے دوست

تاجر کی خیانت پر بڑا تعجب کیا۔اور اپنے دل میں کہا:

مجھے اس شخص نے بہت بڑا دھوکہ دیا ہے' میں تو اسے دیانتدار سمجھتا تھا۔ یہ تو چور اور خائن نکلا' اسے تو امانت کے حق کا خیال تک نہیں رہا۔

علی بابا اپنے ساتھی تاجر کے پاس فوری طور پر پہنچا' اسے اس کی حرکت پر بڑا دکھ تھا۔ بابا کو اپنے دیناروں کے ضائع ہونے کا بھرپور خطرہ لاحق ہوگیا۔لیکن اس نے تاجر سے ملتے ہی کہا:

میرے بھائی! اتنی جلدی میرے آپ کے پاس آنے سے آپ گھبرائیں نہیں۔ دراصل جو میں نے مشاہدہ کیا مجھے اس کی توقع نہیں تھی۔زیتون کا مٹکا تو بالکل وہی تھا جو میں نے اپنے ہاتھوں سے آپ کے گودام میں رکھا لیکن میں نے اسے پوری طرح زیتون سے نہیں بھرا تھا جیسا کہ میں نے آپ کو سفر پر جانے سے پہلے بتایا تھا۔بلکہ میں نے ایک ہزار سونے کے دینار اس میں رکھے تھے۔ باقی میں نے زیتون ڈال کر اسے بھر دیا تھا۔جب میں نے مٹکا آپ کے گودام سے لے جا کر الٹ کر دیکھا تو مجھے اس میں سے دینار نہ ملے۔میں نے

اپنے دل میں سوچا کہ شاید میرے بعد میرے دوست کو کوئی اشد ضرورت پڑ گئی ہو۔ اور اس نے مٹکے سے وہ دینار لے لیے ہوں' اگر کوئی ایسی بات ہوئی ہے تو آپ مجھے بتا دیں' آپ میرے دوست ہیں' میں برا نہیں مناؤں گا بلکہ مجھے خوشی ہوگی کہ میں مصیبت کے وقت اپنے دوست کے کام آیا ہوں۔ یہ میرے لیے سعادت ہے۔

اب میرا آپ سے صرف یہ مطالبہ ہے کہ آپ مجھے حقیقت حال بتا دیں' تاکہ میرا دل مطمئن ہو جائے اور میرے ذہن سے شک وشبہ نکل جائے۔ میں آپ سے ان دیناروں کا اب مطالبہ نہیں کروں گا' جب آپ چاہیں مجھے واپس کر دینا۔

تاجر شکیل خوب اچھی طرح جانتا تھا کہ جب اس کا ساتھی علی بابا مٹکا کھولے گا اسے اپنے دینار نہیں ملیں گے تو وہ فوری طور پر اس کے پاس آئے گا۔ اس نے خوب اچھی طرح سوچ لیا تھا علی بابا کو تسلی دلانے کے لیے اس نے کیا جواب دینا ہے۔ شکیل کا خیال تھا کہ اس کا چکر چل جائے گا اور وہ رسوائی اور جگ ہنسائی سے بھی بچ جائے

گا۔جب علی بابا تاجر کے پاس آیا اور اس نے دینار طلب کیے تو تاجر شکیل نے اس کی طرف غور سے دیکھا اور کہا:

محترم علی بابا! میرے سوال کا جواب دیں' جب آپ اپنا مٹکا میرے پاس لائے تھے کیا میں نے مٹکے کو ہاتھ لگایا تھا۔؟

میرے دوست ! کیا میں نے اپنے گودام کی چابی تیرے سپرد نہیں کر دی تھی۔ کہ آپ جس جگہ چاہیں اپنے ہاتھ سے وہاں یہ مٹکا رکھ دیں۔؟

پھر جب تم سفر سے واپس آئے تو کیا میں نے آپ سے یہ نہیں پوچھا کہ تمہیں اپنا مٹکا کہاں سے ملا۔؟

کیا آپ کو اسی حالت میں مٹکا وہاں سے نہیں ملا کہ جس حالت میں آپ وہاں رکھ گئے تھے' اس مٹکے کو کسی انسان نے ہاتھ تک نہیں لگایا۔

میرے پیارے دوست! مجھے یہ بتائیں' کیا مٹکا اپنی جگہ سے نہیں ملا؟

کیا اس کا ڈھکن تبدیل ہوا۔؟ جب ان باتوں میں سے کوئی بھی نہیں تو پھر آپ کو شکایت کیسی۔؟

اگر تم نے اس میں سونا رکھا ہوتا جس طرح کہ تم آج یہ بات کہہ رہے ہو' تو بلاشبہ آپ کو اس سے سونا ہی ملتا۔ لیکن آپ نے سفر پہ جانے سے پہلے مجھے بتایا تھا کہ اس مٹکے میں زیتون ہے اور میں نے آپ کی بات کو سچ مان لیا۔

میں نے تو اسے کھولا بھی نہیں کہ یہ معلوم کرسکوں کہ اس کے اندر کیا ہے؟

جب سے آپ نے یہ مٹکا میرے گودام میں رکھا ہے اللہ کی قسم! میں نے اسے آج تک ہاتھ بھی نہیں لگایا۔ میرے بھائی! سچ مانئے مجھے معلوم نہیں کہ تیرے مٹکے میں کیا ہے۔؟ میں نے تو کبھی تیرے مٹکے کو کھولنے کا سوچا تک نہیں' نہ تیرے سفر پر جانے سے پہلے اور نہ ہی بعد' میں نے اللہ کو جان دینی ہے' کچھ اللہ کریم کا خوف کرو' یہ اتنا بڑا الزام مجھ پر لگا رہے ہو۔' میری خدمات کا یہ صلہ دیا ہے آپ نے!!...... لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

چوتھا منظر

عدالت کے رو برو

علی بابا نے اپنے دوست تاجر شکیل کو سمجھانے کی بہت کوشش کی تاکہ وہ حقیقت کا اعتراف کر لے۔ اس نے صلح و آشتی کا ہر حربہ آزمایا‘ بڑے ہی ادب و احترام اور نرم لہجے سے گفتگو کی لیکن اسے کوئی کامیابی نہ ملی۔ تاجر اسے جھوٹا قرار دینے پر مصر رہا۔

علی بابا نے جب یہ دیکھا کہ یہ سرکشی پر اترا ہوا ہے‘ صلح و آشتی اور اتفاق و اتحاد کی طرف مائل ہی نہیں ہوتا۔ حالانکہ اس کی خیانت اور سرکشی ظاہر بھی ہو چکی ہے۔

تو علی بابا نے اس کو نصیحت کرتے ہوئے کہا:

میرے دوست میں صلح و آشتی اور اتفاق کو پسند کرتا ہوں‘ میں کوئی سخت رویہ نہیں اپنانا چاہتا‘ مجھے آپ کی شہرت داغدار ہونے کا اندیشہ

ہے۔ لیکن جب میں دیکھتا ہوں کہ آپ اپنی ضد اور ہٹ دھرمی پر ڈٹے ہوئے ہیں تو مجھے بڑا غصہ آتا ہے۔ میرا غصہ کہیں تمہاری بدنامی کا باعث نہ بن جائے۔ تم رسوائی اور عذاب کو آواز نہ دو۔

اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیں کہ آپ بڑے مشہور تاجر ہیں' تمہاری امانت، دیانت اور استقامت کا دور دور تک شہرہ ہے۔ اپنی اس شہرت کی حفاظت کرو' اس پر کوئی آنچ نہ آنے دو' تمہاری کامیابی کی یہی تو بنیاد ہے۔

اگر لوگوں میں تمہاری خیانت مشہور ہو گئی تو لوگ تیرے ساتھ کاروباری لین دین کرنے سے گریز کریں گے۔ لوگوں کے دلوں میں تیرے خلاف نفرت بھر جائے گی۔ تیری تجارت کو نقصان پہنچے گا۔ میں نہیں چاہتا کہ تجھے یہ برا انجام دیکھنا پڑے۔ لیکن اگر میں تمہارے اس رویئے سے مایوس ہو گیا تو مجھے اپنا حق وصول کرنے کے لیے مجبوراً عدالت کا دروازہ کھٹکھٹانا پڑے گا۔ تم جانتے ہو کہ میں تمہارا دوست ہوں۔ میں نے تم پر اعتماد کیا' برائے مہربانی آپ میرے اعتماد کو ٹھیس

نہ پہنچائیں۔ میرے دوست! دیکھو اور سمجھنے کی کوشش کرو میں تو اس بات کو ترجیح دیتا ہوں کہ آپ سے صرف اپنا حق وصول کروں۔ میں نہیں چاہتا کہ قاضی کے پاس شکایت لے کر جاؤں اور لوگوں میں تیری رسوائی کا سبب بنوں۔

تاجر شکیل نے علی بابا کی نصیحت قبول کرنے سے صاف انکار کر دیا بالکل اس طرح کہ جس طرح اس نے اپنی بیوی کی نصیحت قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔

وہ اپنے عناد اور خیانت پر ڈٹا رہا' اس نے اپنے دوست علی بابا سے کہا:

دیکھو علی بابا!...... تم نے خود اپنے ہاتھ سے زیتون کا مٹکا میرے گودام میں رکھا' تم نے خود اسے اپنے ہاتھ سے پکڑا اور میرے گودام سے کہیں دور اٹھا کر لے گئے۔ بتاؤ اس کے بعد اب تجھے کیا حق پہنچتا ہے کہ مجھ سے ایک ہزار دینار کا مطالبہ کرو۔

جب تم نے مٹکا میرے گودام میں رکھا کیا اس وقت مجھے یہ بتایا تھا کہ اس میں ایک ہزار دینار ہیں؟ میرے دوست! اب آخر تم مجھ سے

کیا چاہتے ہو۔؟ مجھے نہیں پتا کہ اس مٹکے میں کیا تھا۔؟ میں نے اسے کبھی نہیں کھولا۔ بلکہ مجھے یہ بھی پتا نہیں کہ اس میں زیتون ہے یا زیتون کے علاوہ کوئی اور چیز بھی ہے۔ میں نے کبھی اس مٹکے میں جھانک کر بھی نہیں دیکھا کہ اس میں کیا ہے۔؟ میں نے نہ تیرے سفر پر جانے سے پہلے اسے کھولا اور نہ ہی بعد میں۔

آخر مجھے کیسے علم ہو سکتا تھا کہ اس میں دینار ہیں؟ مجھے نہیں پتہ کہ تم سچے ہو یا جھوٹے!؟ اللہ کی قسم! جب تم ایک ہزار دینار کا دعویٰ کرتے ہو تو مجھے آپ پر بڑا تعجب ہوتا ہے۔

آپ نے یہ دعویٰ کیوں نہیں کر دیا کہ یہ مٹکا موتیوں اور جواہرات سے بھرا ہوا تھا۔ جھوٹ اگر بولنا ہی ہے اور لوگوں پر اگر جھوٹا الزام لگانا ہی ہے تو ذرا کھل کر لگاؤ۔ جو چاہو سزا دے لو اور بھی کھل کھیلو لیکن مجھ سے قسم لے لو میں اپنی بات میں سچا ہوں۔ میں نے تیرے مٹکے کا منہ نہیں کھولا۔ میں جو کہتا ہوں اسے سچ مانو یا جھوٹ' تم آزاد ہو تجھے اختیار ہے۔

اب میرا آپ سے مطالبہ یہ ہے کہ اپنی راہ لؤ تم نے مجھے بہت تنگ کیا ہے، تم نے لوگوں کا مجمع میری دکان کے سامنے لگا دیا' چلو یہاں سے چلتے بنو' دیکھ لیا تمہاری دوستی کو، کہاں سے آجاتے ہو مجھے ستانے کے لیے !!

علی بابا اور تاجر دونوں اونچی آواز سے باتیں کر رہے تھے۔ان دونوں کے درمیان جھگڑا شدت اختیار کر گیا۔گزرنے والے کچھ لوگ دکان کے سامنے جمع ہو گئے۔

تاجر شکیل کے پڑوسی تیزی سے اس کی دکان کی طرف آئے اور باہمی جھگڑے کا سبب پوچھا' ان کی دلی چاہت یہ تھی کہ دونوں کے درمیان صلح کرا دی جائے۔

علی بابا نے انہیں اپنی تمام کہانی سنائی۔ جب انھوں نے ساری داستان سن لی تو پھر وہ تاجر شکیل کی طرف متوجہ ہوئے۔ اس سے معاملے کی حقیقت دریافت کرنے لگے۔اس نے پڑوسیوں کو بتایا:

علی بابا یہ تو ٹھیک کہتا ہے کہ میں نے اس کا مٹکا اپنے گودام میں

رکھنا قبول کر لیا لیکن اس کے علاوہ یہ جو کچھ بھی کہتا ہے وہ سب جھوٹ کا پلندہ ہے۔ پھر اس نے ان کے سامنے اللہ کی قسم اٹھا دی' کہ اسے بالکل اس بات کا علم نہ تھا کہ مٹکے میں کیا ہے؟ علی بابا کے بتانے پر مجھے پتہ چلا کہ اس میں زیتون ہے۔ میرے ساتھیو! تم گواہ رہنا! آج علی بابا نے جو میرے ساتھ سلوک کیا ہے وقت آنے پر تمھیں اس کی گواہی دینا ہوگی۔

پڑوسیوں نے کہا: ہاں ہاں! آپ فکر نہ کریں ہم آپ کے ساتھ ہیں' یہ سراسر زیادتی ہے' جو علی بابا نے تم پر کی ہے۔

یہ ڈرامہ دیکھ کر علی بابا کو اور زیادہ غصہ آیا...... اس نے تاجر شکیل سے کہا:

تم اپنی حقیقی توہین اس وقت دیکھ لو گے جب میں قاضی کی عدالت میں تیری شکایت کروں گا' پھر تیری آنکھیں کھلیں گی' وہاں تجھے یہ انکار کچھ فائدہ نہیں دے گا۔ تجھے اپنے کیے پر ندامت ہوگی لیکن اس وقت ندامت تجھے کچھ فائدہ نہ دے گی۔

پھر پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت

ارے خائن، بد دیانت! چلو میرے ساتھ قاضی کی عدالت میں؛ تا کہ وہ ہمارے درمیان فیصلہ کرے...... تا کہ قاضی برے کو اس کی برائی کی سزا دے اور حق دار کو اس کا حق سونپے۔

علی بابا اور تاجر شکیل عدالت کی طرف روانہ ہوئے۔ وہاں پہنچ کر دونوں قاضی کے سامنے عدالت کے کٹہرے میں کھڑے ہو گئے۔ علی بابا اور قاضی کے درمیان یوں بات چیت ہونے لگی:

علی بابا: جناب اس تاجر نے میرے ایک ہزار دینار چوری کیے ہیں۔

قاضی: اس نے تیرے پاس سے دینار کس طرح چوری کیے ہیں؟ کیا تیرے پاس کوئی گواہ ہے۔؟

علی بابا: نہیں! میرے پاس کوئی گواہ تو نہیں! میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ یہ میرے ساتھ خیانت کا ارتکاب کرے گا۔ میں اس کو نہایت شریف آدمی سمجھتا تھا۔ پھر اس کی خیانت مجھ پر ظاہر ہو گئی۔ اس کے بارے میں میرے گمان خاک میں مل گئے۔

قاضی: (تاجر شکیل کی طرف دیکھتے ہوئے اس سے دریافت کرتا ہے) تم اس الزام کے بارے میں کیا کہتے ہو۔؟

تاجر شکیل: (اپنا دفاع انہیں الفاظ میں کرتے ہوئے کہ جو اس نے پڑوسیوں سے کہے تھے) جناب عالی! یہ شخص اپنے دعوے میں بالکل جھوٹا ہے' اس نے میرے پاس مٹکا امانتاً رکھا۔ لیکن میں نے کبھی اس کو کھولا نہیں، مجھے قطعاً کوئی پتہ نہیں کہ اس میں کیا چیز ہے۔ البتہ اس نے مجھے یہ بتایا تھا کہ اس میں زیتون ہے' میں نے سچ مان لیا کہ اس میں زیتون ہی ہوگا۔ (تاجر شکیل اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے' جناب میں اپنے بیان میں سچا ہوں اگر آپ چاہیں تو میں قسم دینے کے لیے تیار ہوں۔

قاضی: آپ حلف اٹھا کر کہیں کہ میں اپنے بیان میں بالکل سچا ہوں!

تاجر شکیل: قاضی کے سامنے حلف اٹھاتے ہوئے میں اللہ کی قسم اٹھاتا ہوں کہ میں نے مٹکا نہیں کھولا۔ اور نہ ہی اس میں کوئی چیز دیکھی۔

قاضی شہر نے جب تاجر شکیل کی زبان سے قسم سن لی تو اسے الزام سے بری کر دیا اور علی بابا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا:

تاجر شکیل نے قسم دے دی ہے، اب تیرا اس پر کوئی حق نہیں' وہ اس الزام سے بری ہے جو تو نے اس پر لگایا، تیرے پاس کوئی دلیل ہی نہیں اور نہ ہی کوئی گواہی ہے کہ جس سے یہ ثابت ہو سکے کہ تم اپنے دعوے میں سچے ہو۔

علی بابا نے قاضی کا فیصلہ سنا تو بہت ناراض ہوا۔اور کہنے لگا:

جناب عالی! اس نے میرا مال چرایا ہے' یہ بری کیسے ہوسکتا ہے۔؟ میں اپنی شکایت خلیفہ ہارون رشید سے کروں گا' تاکہ وہ میرا حق واپس دلائیں اور مجھے انصاف مہیا کریں۔

قاضی بڑا بردبار، صابر اور حوصلے والا تھا' وہ علی بابا کی باتوں سے ناراض نہیں ہوا۔اسے یہ علم تھا کہ جس شخص کے حق میں فیصلہ نہ ہو تو وہ یونہی غصے کا اظہار کیا کرتا ہے۔

قاضی نے اسے توہین عدالت پر کوئی سزا تو نہ دی البتہ اسے صرف

یہی کہا کہ اب آپ عدالت سے تشریف لے جا سکتے ہیں۔

قاضی کا خیال تھا کہ اس نے اپنا فرض ادا کر دیا ہے کیونکہ الزام کے ثبوت میں کوئی دلیل اس کے سامنے پیش نہ کی گئی۔علی بابا کے حق میں کوئی گواہی دینے والا بھی نہیں تھا۔تاجر شکیل عدالت سے باعزت بری ہو کر خوشی خوشی باہر آیا۔ اسے زیادہ خوشی اس بات کی تھی کہ اس نے علی بابا کے ایک ہزار دینار بھی ہتھیا لیے تھے مزید رسوائی اور سزا سے بھی بچ گیا تھا۔

علی بابا عدالت سے غصے میں نکلا' وہ مایوس نہ ہوا' اس کا یہ خیال تھا کہ اگر حقدار صبر وتحمل سے اپنے حق کے مطالبے میں ڈٹا رہے تو بالآخر اسے حق مل ہی جاتا ہے۔

بابا نے اپنی شکایت خلیفہ ہارون رشید کے دربار میں لکھ بھیجی جیسا کہ اس دور میں رواج تھا' کہ جب کسی مظلوم کی عدالت میں داد رسی نہ ہوتی تو وہ اپنی شکایت خلیفہ وقت کے دربار میں کر دیا کرتا تھا۔

علی بابا نے اپنی درخواست میں ظلم وستم کی وہ سب تفصیل لکھ دی

جو اس کے ساتھ تاجر شکیل کی جانب سے پیش آئی تھی۔ جمعہ کے دن بابا اس مسجد میں گیا جہاں خلیفہ ہارون رشید نماز جمعہ ادا کرتا تھا۔ نماز ختم ہوئی تو بابا جلدی جلدی اس راہ پر آ کر کھڑا ہو گیا جہاں سے خلیفہ نے گزرنا تھا۔

خلیفہ کی سواری جب بابا کے قریب آئی تو اس نے اپنا ہاتھ بلند کیا' حفاظتی دستے کا سربراہ آگے بڑھا' اس کے پاس آیا اور اس سے درخواست وصول کر لی۔ حفاظتی دستے کے سربراہ کا یہ معمول تھا کہ جب خلیفہ اپنے دربار میں پہنچ جاتا تو وہ تمام درخواستیں اس کی خدمت میں پیش کر دیا کرتا' جو اسے راستے میں وصول ہوتیں' تاکہ وہ آرام سے شکایات کا ازالہ کرنے کی خاطر اپنے احکامات جاری کر سکیں۔

علی بابا کو یہ علم تھا کہ خلیفہ ہارون رشید کا طریقہ کار یہ ہے کہ وہ پہلے تمام درخواستوں کو بڑی توجہ سے پڑھتے ہیں اور پھر ہر درخواست کو نپٹانے کے لیے وقت کا اعلان کرتے ہیں اور فریقین کو دربار میں طلب کیا جاتا ہے۔

علی بابا ایک روز خلیفہ ہارون رشید کے محل کے دروازے پر جا کر کھڑا ہو گیا۔

حفاظتی دستے کا سربراہ اس کے پاس آ کر کہنے لگا: خلیفہ حضور نے کل آپ کو محل میں طلب کیا ہے تاکہ تمہارا فیصلہ سنا دیں۔ پھر اس نے تاجر شکیل کا رہائشی پتہ پوچھا جو علی بابا نے اسے بتا دیا اور واپس آ گیا۔ حفاظتی دستے کے سربراہ نے تاجر شکیل کو بھی اطلاع کر دی کہ وہ کل خلیفہ ہارون رشید کے دربار میں پہنچ جائے۔

❀❀❀

پانچواں منظر

بچوں کی عدالت

خلیفہ ہارون رشید کی یہ عادت تھی کہ وہ رات کے وقت چند افراد کے ہمراہ تاجروں کا بھیس بدل کر شہر میں چکر لگایا کرتا تھا' تاکہ بذات خود اپنی رعایا کے حالات معلوم کر سکے۔ خلیفہ ایک شام اپنے وزیر جعفر اور خادم خاص مسرور کے ساتھ شہر کے گشت پر نکلا' سب نے تاجروں کا لباس پہن رکھا تھا۔

وہ شہر میں گلی گلی گشت کرتے ہوئے ایک ایسی جگہ پر پہنچے جہاں بہت سے لوگ جمع ہو کر شور مچا رہے تھے۔ خلیفہ اس شور و شغب کا سبب معلوم کرنے کے لیے جلدی سے اس جگہ کی طرف گیا جہاں ہنگامہ برپا تھا۔ اس نے قریب جا کر دیکھا کہ کچھ بچے گھر کے صحن میں کھیل رہے ہیں۔ خلیفہ نے دروازے کی دراڑ سے بچوں کو دیکھا' اس

رات چاند کی روشنی اپنے جوبن پر تھی۔ بچے ایک تمثیلی کھیل کھیل رہے تھے۔

خلیفہ نے سنا کہ بچے بلند آواز سے باتیں کر رہے ہیں' وہ دروازے سے کان لگا کر اندر کی آوازیں سننے لگا تاکہ وہ معلوم کر سکے کہ بچے کیا باتیں کر رہے ہیں۔

خلیفہ نے ایک بچے کو نہایت خوشی سے اپنے ساتھیوں سے کہتے سنا کیا تم ایک خوبصورت کھیل کھیلو گے. جو میں نے تمہارے لیے ترتیب دیا ہے۔؟

سب بچوں نے کہا ''وہ کیا کھیل ہے۔؟''

اس بچے نے انہیں بڑے حوصلے کا مظاہرہ کرتے ہوئے بھرپور اور پراعتماد لہجے میں کہا:

ادھر آیئے! ہم علی بابا اور اس تاجر شکیل کا ڈرامہ کرتے ہیں جس نے اس کے دینار چرا لیے تھے۔

میں اس ڈرامے میں قاضی بنوں گا جو عدالتی فیصلہ کرتا ہے۔ بچے

اس تجویز پر بہت خوش ہوئے۔علی بابا اور تاجر شکیل کی داستان پورے بغداد میں بہت مشہور ہو گئی تھی۔ سب لوگوں کو اس داستان کا بخوبی علم ہو چکا تھا۔

جب خلیفہ نے ان کی یہ بات سنی تو اسے علی بابا کی وہ شکایت یاد آ گئی جو اس نے تھوڑا ہی عرصہ پہلے اس کی خدمت میں پیش کی تھی۔

خلیفہ وہاں رک گیا تا کہ وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ سکے کہ بچے اس داستان کو ڈرامے کی صورت میں کس طرح پیش کرتے ہیں۔اس نے مکمل خاموشی اختیار کی تا کہ وہ اس بچے کا فیصلہ سنے جس نے ڈرامے میں قاضی کا روپ دھار رکھا ہے۔

بچوں کے قاضی نے اپنے ساتھیوں میں سے ہر ایک کو ایک کردار سونپا تمام ساتھی اس کے انتخاب پر بہت خوش ہوئے۔

جب وہ ساتھیوں کو کردار سونپنے سے فارغ ہوا تو وہ ان کے درمیان مسند عدالت پر بیٹھ گیا اور اعلان کیا کہ اب عدالت شروع ہو چکی ہے۔ وہ بچہ بڑی متانت اور خود اعتمادی کا مظاہرہ کر رہا تھا' تا کہ

وہ اپنا کردار نہایت ذمہ داری سے نباہ سکے۔

بچوں کے قاضی نے دربان کو حکم دیا کہ وہ علی بابا اور تاجر شکیل کو بلائے' اس نے یہ آواز دی کہ علی بابا اور تاجر شکیل حاضر ہوں!

جب وہ دونوں عدالت کے کٹہرے میں آ کر کھڑے ہو گئے تو قاضی نے علی بابا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا:

علی بابا! تجھے اپنے دوست تاجر شکیل سے کیا شکایت ہے۔؟

علی بابا کے قاضی کو دعاء دی اور پھر وہ ساری کہانی سنا دی جو اس کے اور تاجر شکیل کے درمیان پیش آئی تھی۔ اس نے کہانی کا کوئی حصہ رہنے نہیں دیا۔ اور آخر میں قاضی کو دعاء دیتے ہوئے عرض کی:

جناب عالی! اللہ آپ کا اقبال بلند کرے......مجھ پر بہت ظلم ہوا ہے۔ مجھے بڑی امید ہے کہ آپ اس بددیانت تاجر سے میرا حق واپس ضرور دلائیں گے جس کم بخت کو اللہ سبحانہ تعالیٰ کا بھی کوئی خوف نہیں۔

جب بچوں کے قاضی نے علی بابا کی باتیں سنیں تو اس نے تاجر شکیل کی طرف توجہ کی اور اس سے پوچھا:

قاضی شہر: آپ نے علی بابا کو وہ دینار واپس کیوں نہیں کیے جو آپ کے پاس بطور امانت رکھے گئے تھے۔؟

تاجر شکیل: جناب عالی' میں نے اس کے دینار دیکھے ہی نہیں۔ میں نہیں جانتا کہ اس کے مٹکے میں کیا تھا۔؟ کیونکہ میں نے اسے کھولا ہی نہیں' اگر آپ چاہیں تو میں اللہ کی قسم اٹھانے کے لیے تیار ہوں۔

قاضی شہر: آپ اللہ کی قسم بالکل نہ اٹھائیں، ہمیں قسم لینے کی ضرورت نہیں۔

قاضی شہر: (علی بابا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا) میں زیتون کا مٹکا دیکھنا چاہتا ہوں کیا وہ مٹکا ساتھ لائے ہیں۔؟

علی بابا: نہیں! میں وہ مٹکا تو اپنے ساتھ نہیں لایا ہوں!

قاضی شہر: جاؤ زیتون کا مٹکا ابھی لے کر آؤ۔

(بچہ کچھ دیر کے لیے باہر گیا پھر واپس آیا اور اس نے قاضی سمیت سب کو سلام کہتے ہوئے عرض کی:

علی بابا: جناب عالی! میں زیتون کا مٹکا لے آیا ہوں۔

قاضی شہر: (تاجر شکیل کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے) کیا یہ وہی زیتون کا مٹکا ہے جو علی بابا نے تیرے گودام میں رکھا تھا۔

تاجر شکیل: ہاں! بالکل وہی مٹکا ہے۔

قاضی شہر: مٹکے کا منہ کھولنے کا حکم دیتا ہے (اور پھر ایسا انداز اختیار کرتا ہے جیسے وہ مٹکے کے اندر دیکھ رہا ہو' واہ واہ! زیتون تو بہت عمدہ ہے۔ (پھر اس نے یوں مظاہرہ کیا جیسے مٹکے میں سے تھوڑا سا زیتون لے کر اسے چکھا ہو)

قاضی شہر: یہ تو نہایت ہی عمدہ قسم کا زیتون ہے۔ بڑی عجیب بات ہے یہ سات سال سے اسی مٹکے میں پڑا ہے اور ابھی تک خراب نہیں ہوا۔

پھر قاضی نے اپنے دربان کو حکم دیا کہ وہ کسی زیتون کے تاجر کو بلا کر لائے۔ دربان گیا اور تھوڑا سا وقت غیر حاضر رہا اور پھر دو بچوں کو اپنے ساتھ لے کر قاضی کی عدالت میں حاضر ہوا' یہ دونوں بچے زیتون کے تاجروں کا کردار ادا کر رہے تھے۔

قاضی شہر: ان کی طرف دیکھتے ہوئے) کیا تم دونوں زیتون کے تاجر ہو؟

دونوں بچے: جی ہاں، جناب عالی! ہم زیتون کے تاجر ہیں۔

قاضی شہر: زیتون کتنے عرصے تک ایک برتن میں پڑا رہے تو خراب نہیں ہوگا۔؟

دونوں بچے: دو سال تک ایک برتن میں ٹھیک رہتا ہے اور پھر اس کی رنگت اور ذائقے میں تبدیلی آنا شروع ہو جاتی ہے۔ پھر یہ کھانے کے قابل نہیں رہتا۔

قاضی شہر: اس مٹکے میں موجود زیتون کو دیکھو اور بتاؤ کہ یہ تقریباً کتنے عرصے سے اس مٹکے میں پڑا ہوگا۔

دونوں بچے: (ایسا مظاہرہ کرتے ہیں جس طرح کہ وہ مٹکے سے زیتون لے کر چکھ رہے ہوں، چکھنے کے بعد دونوں گویا ہوتے ہیں) جناب عالی! یہ زیتون اس مٹکے میں تھوڑا عرصہ پہلے ہی ڈالا گیا ہے۔

قاضی شہر: میرا خیال ہے تم غلط کہتے ہو، علی بابا کہتا ہے کہ اس نے سات سال پہلے زیتون اس مٹکے میں ڈالا تھا۔

دونوں بچے: جناب عالی! ہم سچ کہتے ہیں، ہمیں اپنے تجربے پر ناز ہے،

آپ بے شک بغداد کے تمام زیتون کے تاجروں کو بلا کر
پوچھ لیں، وہ سب یہی کہیں گے کہ یہ زیتون اس مٹکے میں اسی
سال تھوڑا عرصہ پہلے ڈالا گیا ہے۔

قاضی شہر: (تاجر شکیل نے ان دونوں کو ٹوکتے ہوئے بات کرنا چاہی لیکن
قاضی اسے ڈانٹ پلاتے ہوئے) ارے جھوٹے! چپ رہو!

قاضی شہر: (شکیل کے خلاف فیصلہ سناتے ہوئے اور سزا کا اعلان کرتے
ہوئے) اسے خیانت کا ارتکاب کرنے کے جرم میں پھانسی
دے دی جائے۔

سپاہی بچے تاجر شکیل کی طرف بڑی جلدی سے لپکتے ہیں اور قاضی
کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اسے گرفتار کر لیتے ہیں اور پھانسی دینے
کیلیے تختہ دار کی طرف گھسیٹتے ہوئے لے کر چل پڑتے ہیں۔

خلیفہ ہارون رشید بچے کی ذہانت دیکھ کر حیرت زدہ رہ گیا۔ اس
نے قاضی کا کردار بڑی ذہانت و متانت اور ذمے داری سے ادا کیا
تھا۔ ڈرامے کے دوران اس نے کمال سنجیدگی اور خود اعتمادی کا مظاہرہ
کیا۔ اور دو جھگڑنے والوں کے درمیان بڑی دانشمندی سے فیصلہ کیا۔

خلیفہ نے اپنے وزیر جعفر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: ''اس ذہین بچے کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے۔؟'' ''وزیر نے کہا: امیر المومنین! میں تو اس بچے کی ذہانت دیکھ کر انگشت بدنداں ہوں اور ڈرامے میں اس کا جاندار کردار دیکھ کر حیرت زدہ ہوں۔ میں نے آج تک اتنا ذہین بچہ نہیں دیکھا۔ خلیفہ نے کہا:

میرے وزیر باتدبیر! کیا آپ کو معلوم ہے کہ علی بابا نے ایک درخواست دی ہے جس میں کچھ اسی قسم کی شکایت کا تذکرہ ہے' کل میں نے فیصلہ سنانا ہے' اس بچے نے تو مجھے یہ راستہ بتایا کہ میں نے علی بابا اور تاجر شکیل کے درمیان کس طرح فیصلہ سنانا ہے۔

خلیفہ پھر اپنے وزیر سے کہنے لگا:

دیکھئے' جعفر! فیصلہ سنانے کے لیے یہ گھر مناسب رہے گا۔ کل اس ننھے قاضی کو بھی یہاں بلا لانا' تاکہ وہ میرے سامنے علی بابا اور تاجر کے درمیان فیصلہ سنائے۔ اور ہاں اس اصلی قاضی کو بھی بلا لانا جس نے دونوں کے درمیان فیصلہ کرتے ہوئے تاجر شکیل کو بری کر دیا تھا۔ تاکہ

وہ بھی دیکھ لے کہ یہ بچہ دو جھگڑنے والوں کے درمیان کس طرح فیصلہ کرتا ہے۔ علی بابا کو کہنا کہ وہ تاجر شکیل کے پاس رکھا گیا اپنا پرانا زیتون کا مٹکا ضرور لے کر آئے۔ زیتون کے دو تاجروں کو بھی بلا لینا کہ وہ اس مجلس میں ضرور حاضر ہوں۔

وزیر جعفر دوسرے دن صبح کے وقت خلیفہ کے حکم کے مطابق اس گھر میں گیا جہاں گزشتہ رات بچے صحن میں کھیل رہے تھے۔ دروازے پر دستک دی' گھر میں سے ایک بوڑھی عورت کی آواز آئی:

بوڑھی اماں: کون ہے۔؟

وزیر جعفر: میں خلیفہ ہارون رشید کا وزیر جعفر ہوں۔

بوڑھی اماں: (گھبرائی ہوئی دروازے پر آتی ہے) "فرمایئے کیا حکم ہے۔؟

وزیر جعفر: میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ اس گھر میں کتنے بچے ہیں۔؟

بوڑھی اماں: اس گھر میں صرف تین بچے ہیں' وہ سب میرے بیٹے ہیں۔

وزیر جعفر: ان کو میرے پاس بلائیں (بوڑھی اماں انہیں آواز دیتی ہے۔
جب وہ آگئے وزیر جعفر نے انہیں دیکھا تو اس نے ان کو یوں مخاطب کیا)

وزیر جعفر: تم میں سے گزشتہ رات قاضی کا کردار کس نے ادا کیا تھا؟

ایک بچہ: (ان میں سے بڑا بچہ ڈرتا ہوا آگے بڑھتا ہے' اسے معلوم نہ تھا کہ یہ سوال کیوں کیا گیا ہے) مجھے کس نے بلایا ہے۔؟

وزیر جعفر: آپ کو خلیفہ ہارون رشید نے بلایا ہے۔

یہ سن کر بوڑھی اماں خوف زدہ ہو گئی' بچہ بھی بہت زیادہ گھبرا گیا۔ دونوں وزیر جعفر کی منت سماجت کرنے لگے اور اسے کہنے لگتے' برائے مہربانی ہمیں معاف کر دیجیے۔

وزیر جعفر: (مسکراتے ہوئے بچے کی ماں کی طرف دیکھتے ہوئے) آپ گھبرائیں نہیں ڈرنے کی کوئی بات نہیں' تسلی رکھیں۔ اماں جان ہر طرح کی خیر ہے۔ بچہ تھوڑی دیر بعد واپس آ جائے گا۔ خلیفہ اس کو کوئی سزا دینے کے لیے نہیں بلا رہا بلکہ وہ تو اس بچے کی حسن کارکردگی پر انعام دینا چاہتا ہے۔

ڑھی اماں: مجھے اجازت دیجئے کہ میں اپنے بیٹے کو اچھا سا لباس پہنا دوں تا کہ وہ خوبصورت انداز میں امیر المومنین سے ملاقات کرے۔

بچے نے شاندار خوبصورت لباس پہنا اور وزیر کے ساتھ خلیفہ کے پاس چلا گیا۔ جب بچہ خلیفہ کے سامنے کھڑا ہوا تو اس پر شدید خوف طاری تھا! خلیفہ نے اسے دیکھا تو مسکرایا اور اسے اطمینان دلایا یوں بچے کا خوف وحراس جاتا رہا۔ پھر خلیفہ نے اسے کہا:

پیارے بیٹے! میرے قریب آؤ اور ڈرو نہیں۔ بچہ قریب ہوا اور کہنے لگا: امیر المومنین آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔

خلیفہ نے کہا: بیٹا کل رات جو تو نے بچوں کے درمیان فیصلہ کیا تھا مجھے بہت ہی پسند آیا۔

جو تم نے علی بابا اور اس کے ساتھی تاجر شکیل کہ جس نے اس کے دینار چرا لیے تھے۔ ان کی داستان کو آپ لوگوں نے احسن ڈرامائی انداز میں پیش کیا، حقیقت کو سامنے لانے میں کمال کر دیا۔ بیٹا! کیا تم نے ہی قاضی کا کردار ادا کیا تھا؟

بچے نے بڑے ہی ادب و احترام کے ساتھ کہا: جی ہاں! امیر المومنین!

خلیفہ نے اسے کہا: مجھے تیری ذہانت دیکھ کر بہت خوشی ہوئی' میں چاہتا ہوں کہ اس کیس کا فیصلہ میری موجودگی میں تم بالکل اسی طرح کرو جس طرح تو نے کل فیصلہ کیا تھا۔

کل تم نے ڈرامہ کیا تھا اور آج تم اصلی فیصلہ سناؤ گے۔کل دو بچوں نے علی بابا اور تاجر کا کردار کیا تھا اور آج اصلی علی بابا اور تاجر شکیل ہماری عدالت میں حاضر ہوں گے۔ میرے بیٹے آؤ! کل نقلی کرداروں نے ڈرامہ رچانے کا کھیل کھیلا تھا جبکہ آج میرے پاس بیٹھو اور اپنی دانشمندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے فیصلہ سناؤ۔

بادشاہ کا دربار سج گیا۔ ہر طرف دربان کھڑے تھے۔فوجی بھی چاک و چوبند تلواریں پکڑے کھڑے تھے۔ بادشاہ کے حکم سے بچوں کا قاضی خلیفہ کے پہلو میں بیٹھ گیا۔پھر خلیفہ ہارون رشید نے اس قاضی کو بھی بلا لیا جس نے تاجر شکیل کو بری کیا تھا،اسی طرح علی بابا اور تاجر شکیل کو

بھی بلا لیا گیا اور ساتھ زیتون کے دو تاجر بھی بلا لیے۔

جب وہ سب حاضر ہو گئے تو خلیفہ ہارون رشید نے ان کی طرف دیکھا اور کہا:

تم میں سے ہر شخص اپنی شکایت اس بچے کے سامنے پیش کرے۔ یہ بچہ تمہارے درمیان تمہاری شکایات کا ازالہ کرے گا۔ تمہارے جھگڑے نپٹائے گا تمہارے درمیان فیصلہ کرے گا۔ ان شاء اللہ۔ اگر یہ فیصلہ کرنے میں بے بس دکھائی دیا تو پھر میں تمہارے درمیان فیصلہ کروں گا۔

علی بابا نے اپنی شکایت پیش کی تو تاجر شکیل نے اپنا دفاع کیا۔

جب تاجر شکیل نے اپنی بے گناہی کو ثابت کرنے کے لیے قسم کھانے کا ارادہ ظاہر کیا تو بچے نے تاجر شکیل سے کہا: ہمیں آپ سے قسم لینے کی ضرورت نہیں۔ پھر بچے نے کہا: زیتون کا مٹکا کہاں ہے۔؟ میں اسے دیکھنا چاہتا ہوں۔ علی بابا نے زیتون کا مٹکا پیش کر دیا۔ بچے نے تاجر شکیل کی طرف دیکھا اور اس سے پوچھا: کیا زیتون کا مٹکا یہی

ہے؟ جسے علی بابا نے سفر پر جانے سے پہلے تیرے پاس بطور امانت رکھا تھا۔ تاجر شکیل نے کہا: ہاں یہ وہی ہے۔

بچے نے اس کا منہ کھولنے کا حکم دیا۔ پھر خلیفہ ہارون رشید نے اس میں پڑا ہوا زیتون دیکھا تھوڑا سا زیتون لے کر کھایا، وہ جان گیا کہ یہ زیتون تھوڑا عرصہ پہلے اس مٹکے میں ڈالا گیا ہے۔ بچے نے زیتون کے دو تاجروں کو آواز دی تاکہ وہ مٹکے میں پڑے ہوئے زیتون کا اچھی طرح جائزہ لیں۔

ان دونوں نے جانچ پڑتال اور معائنہ کرنے کے بعد کہا: یہ زیتون اس مٹکے میں اسی سال کسی وقت ڈالا گیا ہے۔

بچے نے زیتون کے دونوں تاجروں سے کہا: اپنی بات کو ثابت کرنا تمہارا فرض ہے۔ دونوں تاجروں نے کہا: ہمیں اس میں کوئی شک وشبہ نہیں۔

بچے نے دونوں سے کہا: علی بابا کہتا ہے کہ اس نے اس مٹکے میں سات سال پہلے زیتون رکھا تھا' تم کیسے یہ کہتے ہو کہ یہ زیتون اسی

سال اس مٹکے میں رکھا گیا ہے۔

دونوں تاجروں نے کہا: پرانا زیتون نکال کر نیا زیتون ڈالا گیا ہے۔ جب تاجر شکیل نے یہ بات سنی تو وہ جان گیا کہ تہمت اس پر چسپاں ہو چکی ہے' اس کی خیانت سے پردہ ہٹ گیا ہے۔

اس نے خلیفہ ہارون رشید کے سامنے ہاتھ جوڑتے ہوئے اپنے جرم کی معافی مانگی۔ بچے نے گزشتہ رات کی طرح فیصلہ نہیں سنایا بلکہ خاموش رہا۔

خلیفہ ہارون رشید سے عرض کی گزشتہ رات تو میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ ہنسی مذاق کر رہا تھا۔ میں نے سزا دینے کا حکم صادر کر دیا تھا مگر اس کی کوئی حیثیت نہ تھی لیکن آج معاملہ سنگین ہے کوئی مذاق نہیں' مجھے کسی کے بارے میں موت و حیات کا فیصلہ کرنے کا کوئی حق نہیں' امیر المومنین! یہ کام آپ کا ہے۔ آپ جس طرح مناسب سمجھتے ہیں فیصلہ صادر فرما دیں۔ چاہیں تو تختہ دار پر لٹکا دیں اور چاہیں تو اس کا جرم معاف کر دیں۔

چھٹا منظر

خیانت کا انجام

خلیفہ ہارون رشید نے اس جرم کی ذلالت کو دیکھا۔ جس کا تاجر نے ارتکاب کیا تھا، اس کی بدنیتی اور کمینگی ظاہر ہو چکی تھی۔ خلیفہ نے اس سے پوچھا: تم نے علی بابا کے دینار کہاں چھپا رکھے ہیں؟ تاجر نے وہ جگہ بتا دی جہاں اس نے دینار چھپائے تھے۔ خلیفہ نے اپنے ایک کارندے کو وہاں سے دینار اٹھا لانے کا حکم دیا۔

خلیفہ نے برآمد شدہ وہ دینار علی بابا کے سپرد کر دیئے۔ وہ یہ حاصل کر کے بڑا خوش ہوا۔ خلیفہ نے تاجر شکیل کو اس کے جرم کی سزا میں پھانسی دینے کا حکم صادر کر دیا۔ تاجر کو اپنی خیانت پر اس وقت ندامت ہوئی مگر اس وقت ندامت کا اس کو کوئی فائدہ نہ ہوا۔ اس کو اپنی بیوی کی نصیحت یاد آئی۔

وہ اللہ کی ناراضی اور لوگوں میں رسوائی کو یاد کر کے بہت رویا۔ بار بار معافی طلب کی لیکن خلیفہ ہارون رشید نے اسے معاف نہیں کیا۔ جب تاجر شکیل کو خلیفہ کے حکم کے مطابق پھانسی دی گئی تو یوں اسے اپنے جھوٹ اور خیانت کی سزا ذلت آمیز موت کی صورت میں مل گئی اور لوگوں کو پتہ چل گیا کہ اگر ان میں سے کسی نے کسی دوسرے کے ساتھ خیانت دھوکہ دہی یا بد دیانتی کی تو اس کا بھی ایسا ہی انجام ہو گا۔ اس کی داستان اس وقت کے لیے اور رہتی دنیا کیلیے عبرت کا نشان بن گئی۔

خلیفہ ہارون رشید نے اس معاملے کے فیصلے کے دوران بچے کی ذہانت دیکھ کر اس کی تعریف کی۔ وہ اس کی دور اندیشی اور فیصلہ سناتے وقت خود اعتمادی دیکھ کر بہت خوش ہوا۔

خلیفہ نے ایک سو دینار کی تھیلی اس بچے کو بطور انعام دی۔ بچے نے خلیفہ سے یہ تھیلی بڑی خوشی سے حاصل کی۔ اور اس انعام پر خلیفہ کا شکریہ ادا کیا' اسے دعا دی۔ پھر وہ اپنے گھر خوشی خوشی واپس آیا' تا کہ اپنے گھر والوں اور ساتھیوں کو یہ خوش کن خبر سنائے۔ جب بچہ روانہ

ہوا تو خلیفہ نے اس قاضی کی طرف دیکھا جس نے تاجر شکیل کو بری کر دیا تھا۔

خلیفہ نے قاضی سے کہا: آپ نے دیکھا کہ اس بچے نے کس انداز میں اپنی ذہانت و فطانت کو بروئے کار لاتے ہوئے تاجر کی خیانت کو طشت از بام کیا' جس کو تم نے بری کر دیا تھا۔ قاضی نے خلیفہ کی خدمت میں معذرت پیش کی اور برملا یہ اعتراف کیا کہ واقعی بچے نے کمال انداز میں اپنی ذہانت کا مظاہرہ کیا۔

علی بابا اور تاجر شکیل کی کہانی بغداد میں اور قریب قریب دوسرے شہروں میں بھی جنگل کی آگ کی طرح مشہور ہو گئی۔ لوگ اس دلچسپ کہانی کو ایک دوسرے کو سنانے لگے، یہ سینہ بسینہ ایک دوسرے تک منتقل ہونے لگی۔ والدین اپنے بچوں کو یہ عبرتناک کہانی سنانے لگے۔ یہاں تک کہ یہ کہانی منتقل ہوتی ہوتی میرے ننھے منھے مجاہدو اور میرے پیارے راج دلارو اور نیک بچو!...... آج تم تک پہنچ گئی۔

اس کہانی کو وقوع پذیر ہوئے ہزار سال سے بھی زیادہ عرصہ بیت

گیا لیکن خیانت کرنے والے تاجر کی رسوائی آج تک ختم نہ ہوئی۔

بچے بغداد اور دوسرے شہروں میں چاندنی راتوں میں اکٹھے ہو کر علی بابا اور تاجر شکیل کی اس کہانی کو ڈرامے کی شکل میں پیش کرتے ہیں۔ بالکل اسی طرح کہ جس طرح بچوں کے قاضی اور اس کے ساتھیوں نے اس کہانی کو ڈرامائی انداز میں پیش کیا تھا۔

سورج، چاند، ستارے

ننھے ننھے پیارے پیارے میرے راج دلارے
میرے گھر کے، میرے وطن کے، سورج چاند ستارے
کھیلیں کودیں، اچھلیں ناچیں، مل کر شور مچائیں
یہ میرے باغوں کے بلبل گیت خوشی کے گائیں
ان کے دم سے روشن میرے کوچے گلیاں
ان کی خاطر گلشن گلشن چٹکیں غنچے کلیاں
آج کے بچے کل کے غازی شیر جوان وطن کے
اپنے وطن کے دوست یہی ہیں دشمن ہیں دشمن کے
ان کا بچپن میرا بڑھاپا مل کر بنے جوانی
ان کی اک اک حرکت میں ہے میری تمام کہانی
ننھے ننھے پیارے پیارے میرے راج دلارے
میرے گھر کے میرے وطن کے سورج چاند ستارے

(علیم ناصری)